ڈاکٹر ممتاز احمد خان

اردو ناول ☆☆☆ اختلافات و تحقیقی مغالطے

اردو ناول کے ماخذات پر دلچسپ بحثیں چلتی رہتی ہیں اور تھوڑے عرصے بعد کسی بھی اردو ناول کی دریافت کے ساتھ خواہ وہ ناول کسی دوسری زبان سے اردو میں منتقل ہوا ہو، یہ بحث نیا رخ اختیار کر لیتی ہے۔ ''دریافت'' کے پہلے شمارے (جون ۲۰۰۲ء) میں نقاد و محقق ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے ایک تحقیقی مضمون ''انگریزی ناول کے زیر اثر اردو ناول کا آغاز'' سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ 1855ء میں اردو میں ترجمہ شدہ ایک ناول بعنوان ''دنالن اور قشریبہ'' چھپ کر مقبول ہو چکا تھا۔ یہ مس گریس کینڈی جسے بنارس کے میر منشی شیو پرشاد نے انجام دیا تھا اور اس نقطہ نظر یا وژن وہ ہی ہے یعنی اخلاقی اقدار کے لحاظ سے زندگی گزارنا یعنی انسانی اصلاح اس کا تھیم Theme ہے۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے کہ ناول میں منظر نگاری سے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اپنے تبصرے میں فرمایا ہے کہ یہ ناول نگار کی فنکارانہ استعداد اور سوجھ بوجھ کی مظہر ہے۔

ڈاکٹر معین الرحمٰن نے جو کچھ اس ناول کے فن، تکنیک اور اسلوب کے بارے میں لکھا ہے، اس پر اس لیے ایمان لانا پڑتا ہے کہ یہ ناول ان کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے اور بجائے اس کے کہ وہ کسی دوسرے نقاد کی تحریر پر بھروسہ کرتے انہوں نے اس کی غواصی رک کے اس نے محاسن پر لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ '' دنالن اور قشریبہ'' 279 صفحات پر مشتمل ہے، اس کے پندرہ ابواب ہیں جو کہ گھتے ہوئے ہیں اور یہ حقیقی زندگی کی اچھی تصویر اور برجستہ مکالموں اور واقعیت سے بھرپور ہے۔ انہوں نے اس کی کردار نگاری کو موزوں اور متوازن قرار دیا ہے اور زبان کی سادگی و بے ساختگی کو سراہا

Scanned by CamScanner

ہے۔انہون نے س کی کردار نگاری کو موزوں اور متوازن قرار دیا ہے اور زبان کی سادگی و بے ساختگی کو سراہا ہے۔انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اردو مترجم شیو پرشاد نے اس ناول کو ''قصہ چمبیلی وگلاب'' کے نام سے نسبتاً رواں اسلوب اور مقامی اسماء کے ساتھ از سر نو بھی لکھا جس کے تحت دنالن کا نام '' گلاب'' ٹھہرا اور اس کی بیوی قشرینہ ''چمبیلی'' بنیں!۔قصہ چمبیلی وگلاب کے نام سے یہ کتاب 1910ء میں ساتویں مرتبہ چھپی۔اتفاق سے یہ کتاب بھی ڈاکٹر معین الرحمٰن کے ذاتی ذخیرے میں شامل ہے۔ناول سے ان کا دیا ہوا اقتباس پیش خدمت ہے جو آخری صفحے کا عکس ہے:

''بی بی اوسوالڈ نے دونوں کو چھاتی سے لگایا۔لڑکیاں بھی آ کر دِنالن کی گردن سے لپٹ گئیں۔

قشرینہ: تم بے وفا چھوکریوں جب دنالن کو دیکھتی ہو مجھے بھول جاتی ہو۔

اور یہ کہہ کر انہیں پیار کرنے لگی۔وے اس کے بھی گلے سے لپٹ گئیں اور پیاری پیاری ممانی قشرینہ پکارنے لگیں''۔

''قشرینہ کے خیالات اوسوقت اور بھی سچے ہو گئے کہ جب وہ دنالن کے ساتھ اپنے سارے کنبے کے درمیان جناب باری میں شکرانہ ادا کرنے کو زانو کے بھل کھڑی ہوئی اور سب کے واسطے اوس رحمت اور برکت کی دعا مانگی کہ جو اون لوگوں کو اس زندگی کے فرائض ادا کرنے کے لائق بنانے کو اور بہشت میں مکان لازوال کو پا کر خوشیاں حاصل کرنے کے لیے اونکی ارواح از سر نو بدلنے کو ضروری ہے''۔

اس اقتباس سے بیانیہ اور مکالمہ کے سلسلے میں رواں اردو ترجمے کو خاصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ابتدائی ناولوں میں کواہ اوریجنل original اردو میں ہوں یا ترجمے کے ذریعے

Scanned by CamScanner

اردو میں منتقل ہوئے ہوں یہ اسلوب کامیاب تھا لیکن واضح رہے کہ اس اسلوب کی کامیابی کے لیے یہ ضروری تھا کہ مادہ اور اس کی جزئیات، جاذبیت اور دلچسپی کی حامل ہوں۔ کم از کم اس لحاظ سے ڈپٹی نذیر احمد کے یہاں تبلیغی فقروں اور محدود مناظر کی وجہ سے ان کا اسلوب ''مراۃ العروس'' میں تحسیس بن کا شکار رہا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعد کے ناولوں یعنی ''ایامیٰ'' تک آتے آتے ان کے تھوڑا بہت نکھار پیدا ہوا۔ ''دنالن اور قشرینہ'' کے سلسلے میں شیو پرشاد کو اچھے ترجمے کی داد دی جاسکتی ہے جب کہ وہ ماحول 1857ء سے قبل کا تھا۔

اب یوں کہ یہ ناول انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہو کر مقبول ہوا اس لیے یہ ضروری ہے کہ دوسری زبان یا زبانوں سے ترجمہ شدہ اردو ناول پر نظر ڈالی جائے۔ سید حسن شاہ کا اس ضمن میں نام لینا ضروری ہے جن کے فارسی کے ناول ''قصہ حسن و عشق'' کو سجاد حسین کسمنڈی نے 1893ء میں اردو کے قالب میں ڈھالا اور تقریباً ایک سو سال بعد قرۃ العین حیدر نے اسے 1992ء میں انگریزی میں ''دا ناچ گرل The Nautch Girl" کے عنوان سے ترجمہ کیا۔ یوں فارسی زبان کا یہ ناول اردو میں خوب مقبول ہوا۔ اب چونکہ اس کا اردو ترجمہ 1893ء میں یعنی چوبیس سال بعد ہوا اس لیے ''مراۃ العروس'' کو یہ اختصاص حاصل رہا کہ وہ اردو کا اوریجنل ناول کہلایا البتہ مولوی کریم الدین کے ناول ''خط تقدیر'' کی 1862ء میں اشاعت نے ''مراۃ العروس'' کے اس حق کو دھندلا دیا کہ اردو کا پہلا ناول ہے۔ ''خط تقدیر'' کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محمود الٰہی کتاب ''اردو کا پہلا ناول۔ خط تقدیر'' مطبوعہ 1865ء نے اردو ناول کی دنیا میں خاصی ہلچل مچائی اس لیے کہ انہوں نے اس کے متن کے حوالے سے یہ بات ثابت کیا یہ ناول فنی اعتبار سے واقعی اردو کا پہلا ناول کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ یہ ناول ''مراۃ العروس'' سے سات سال قبل شائع ہوا اور یہ پنجاب کے نصاب میں بھی داخل تھا۔ اتفاق سے اس میں بھی تمثیلی پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ مولوی کریم الدین اس لحاظ سے ڈپٹی نذیر احمد سے مختلف تھے کہ انہوں

Scanned by CamScanner

نے غفلت پسندی پر زور دیا ہے اور یہ مشورہ دیا ہے کہ زندگی کے معاملات میں یعنی کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے انسان کو روائتی نقطہ نظر ترک کر کے انگریزوں سے جدید تدابیر دیکھنا چاہیے۔ اس میں چونکہ تمثیلی انداز ہے لہذا کرداروں کے نام عقل، ملکہ تدبیر، تدبیر، خوب صورتی، فیضان، آمدنی، خرچ، کفایت شعاری وغیرہ ہیں۔ مولوی کریم الدین نے اپنے دیباچے میں یہ صراحت کی ہے:

''مدت سے یہ امنگ تھی کہ تقدیر و تدبیر کا مضمون بطور قصہ لکھا جائے بشرطیکہ مخالف کسی کے مذہب اور خلاف رائے اہل فلسفہ کے بھی نہ ہو اور جو باتیں اس میں درج ہوں وے اخلاق و اطوار اور تجربات انسانی ایسی طرح کے ہوں جن کا اثر طبع انسان پہ ہو کے بہت نتیجہ پیدا کریں اور کہانی ایسے طور پر ہو کہ جو شخص پڑھے اس سنے اوس کو خیال ہو کہ یہ قصہ میرے ہی حسب حال لکھا گیا ہے''۔

آگے چل کر وہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ سات سو برس سے عربی اور ترکی میں اور ایک سو برس سے ہندی یا اردو میں قصہ نویسی کا شوق لوگوں کو ہوا تو اس دن سے آج تک یہ دستور رہا ہے کہ ان مصنفوں نے بادشاہوں یا تاجروں یا فقیروں کی کہانیاں لکھی ہیں اور کوئی قصہ، مضامین عشقیہ اور محاورات واجب التقریر سے خالی نہیں ہے اور جس راہ پر اول مصنف چلا تھا وہ ہی سڑک آج تک جاری ہے کسی نے دوری روش اختیار کرنے کا خیال بھی نہیں کیا۔ ان مصنفوں نے عشق کی کہانیاں نئی وضع سے لکھیں اور بڑی سعی اس بات پر کی جہاں تک مبالغہ اور جھوٹ اپنے قصوں میں درج کر سکیں گے۔ اس قدر ہماری

Scanned by CamScanner

کہانی کو فروغ حاصل ہو گا اور جس قدر عجائب مخلوقات اور
غرائب مصنوعات اپنے ذہن سے تراش کر نکالیں گے، اتنے
ہی شوق سے ہماری کتاب پر لوگ دل دے کر پڑھیں یا سنیں
گے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمثیلی قصوں اور داستانوں کے غیر حقیقی رنگ اور عشق و مستی کے سلسلے نیز دیو، جنوں، پریوں، جادوگروں کی مافوق الفطرت حرکتوں کے خلاف تھے اور قصہ کا مواد حقیقی زندگی سے برآمد کرنے کے قائل تھے اور انہوں نے تمثیلی تکنیک کو برقرار رکھتے ہوئے ''خط تقدیر'' میں ایسا ہی کیا مگر مقصدیت کے لحاظ سے ڈپٹی نذیر احمد کے قریب آ گئے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کے ناول ''خط تقدیر'' نے ان کے ''مراۃ العروس'' سے اولیت کا اعزاز چھین لیا۔ اس لیے کہ وہ سات سال قبل شائع ہوا تھا اب یہ علاحدہ بات ہے ۔آیا کہ ڈپٹی صاحب نے ''خط تقدیر'' جو پنجاب کے نصاب میں شامل تھا پڑھا تھا کہ نہیں یا پھر یہ کہ فورٹ ولیم کالج کی ترجمہ کردہ کتاب ''داپلگرمس پروگریس "The Pilgrims Progress" جو کہ اولین ناولوں میں سے گردانی جاتی ہے، ان کے مطالعے میں آئی تھی کہ نہیں؟ لیکن فرض کر لیجیے کہ ان کے مطالعے میں دونوں کتابیں آئی تھیں، یہاں تک کہ سید حسن شاہ کے ناول قصۂ حسن و عشق کا فارسی قصہ بھی ان کے علم میں آ چکا تھا۔ تب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ داستانی قصوں اور عام عشقیہ و غیر عشقیہ قصوں کے زیر اثر انہوں نے اپنے تخیل سے تمثیل کی تکنیک برقرار رکھتے ہوئے ''مراۃ العروس'' اور ''ابن الوقت'' جیسے ناول تصنیف کر دیے اور بلند کرداری، بلند اخلاقی، سچائی اور ایمانداری کی اقدار کو قرآن اور حدیث کے دیے گئے احکامات کے راستے سے گزار کر واقعیت اور حقیقت کا پالن کرتے ہوئے آنے والے دور کے لیے فنی اعتبار سے مستحکم ناول کی راہ ہموار کر دی۔ ان کو اس سے غرض نہ تھی کہ نقادان کے فن پر کیا رائے صاد کرے گا۔ فن کار ... اگر وہ نقاد کے لیے لکھنا شروع کر دے تو

Scanned by CamScanner

ادب کی راہ میں مارا جائے گا۔ اصل طریقہ کار یہ ہے کہ نقاد تخلیق کے منظر عام پر آنے کے بعد اس کے فنی محاسن، عیوب پر نگاہ ڈالتا ہے لہذا یہ طے ہو گیا کہ مولوی کریم الدین کا ناول ''خط تقدیر'' جو پہلے منظر عام پر آیا وہ اردو ناول کا پیش رو ہے اور اس کے بعد ''مراۃ العروس'' کا نمبر آتا ہے۔ اسی طرح صوبہ بہار کی مصنفہ رشیدۃ النساء کا ناول ''اصلاح النساء'' 1881ء میں سامنے آتا ہے لہذا اسے اردو مین اسٹریم Mainstream کے ناول کی حثیت سے جانچا اور پرکھا جائے گا۔ اسی مین اسٹریم میں حالی کا ''مجلس النساء''، شاد عظیم آبادی کا ''صورت الخیال''، نواب افضال الدین کا ''فسانہ خورشیدی'' ہیں اور دیگر کئی اسی قسم کی فہرست میں اس وقت شامل ہو جائیں گے جبکہ وقتاً فوقتاً وقت کی گرد سے برآمد ہوں گے۔ شعیب عظیم نے ''نقوش'' کے شمارہ 115 مطبوعہ 1970ء میں اصلاح مذہب کی تحریکوں کو بھی ان ناولوں پر بات کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ سید احمد بریلوی نے تحریک ''اصلاح مذہب'' تقریباً 1824ء سے چلائی، اس کا مقصد احیائے اسلام تھا۔ اس تحریک سے شعوری یا لاشعوری طور پر مسلمانان ہند متاثر ہوئے اور مولوی نذیر احمد نے مراۃ العروس (1869) بنات النعش (1872)، الطاف حسین حالی نے ''مجلس النساء''، شاد عظیم آبادی نے ''صورت الخیال'' اور نواب افضال الدین نے ''فسانۂ خورشیدی'' لکھے۔ رشیدۃ النساء براہ راست ڈپٹی نذیر احمد سے متاثر تھیں۔ اسی لیے انہوں نے مولوی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ''اصلاح النساء'' کی تخلیق کا اپنے دیباچے میں سبب بتایا تھا اور لڑکیوں کی اصلاح کے افادی پہلو کے حوالے سے اپنے ناول کے ماجرے کو استوار کیا تھا مگر ان کا ناول ''فسانۂ آزاد'' (1880) سے ایک سال بعد آیا جس میں پنڈت رتن ناتھ سرشار نے اصلاح کے بجائے قصے کے ذریعے دلچسپی اور تفریح کے مطالعاتی عنصر کو جلا بخشی اور قصے کی جزئیات میں توسیع کا فریضہ انجام دیا اور اخلاقی درس یا

ا۔ فسانہ خورشیدی، پر ادیب سہیل کا مضمون دریافت 3 کی زینت ہے۔

Scanned by CamScanner

تبلیغی بیانیہ سے ناول کو آزاد کیا جو ''امراؤ جان ادا'' (1899) تک آتے آتے ایکا ہم سنگ عبور کر گیا اور پریم چند کے ہاتھوں میں آ کر ''گؤ دان (1936) تک ناول میں اس وقت اس فنی بلوغت سے ہمکنار ہوا جو برطانیہ میں ہینری فیلڈنگ کیناول ٹوم جونس Tom Jones سے آتا ہوا انیسویں صدی میں جاج ایلیٹ کے ہاتھوں واقعیت وحقیقت پسندی سے مملو ہوتے ہوئے ایڈم بیڈ Adam Bede وغیرہ کی شکل میں نمودار ہوا بہت سے نقادوں کے انگریزی ناول پر سروانیٹس Cervantes کے ''ڈون کیہوٹے Don Quixote کے اثرات کے ساتھ ساتھ رومانی قصوں مثلاً للّی Lyly کی ایوفیس Eupheus اور سولہویں صدی کے دیگر قصہ نگاروں کے اثرات تلاش کیے ہیں۔ ساتھ ہی پلگرمس پروگریس (مصنف جون بنیں John Bunyan) جو کہ انگریزی قصہ ہی تھا، کو اس کا پیش رو قرار دیا ہے اور اس کو ناول ہی تسلیم کیا ہے جبکہ ڈاکٹر احسن فاروقی ہی کی طرح کے انگریزی نقادوں نے سے تمثیلی قصہ ہی مانا ہے جو داستان اور ناول کے بیچ کی کڑی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''اردو ناول کی تنقیدی تاریخ'' (1968) میں ڈپٹی نذیر احمد کے بڑے لتے لیتے ہوئے کہا تھا..... ''ان کی تصانیف اس قدر کھلی ہوئی تمثیلیں ہیں کہ ان کو ناول کہنے والوں پر تعجب ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ کہنا بھی مناسب جانا کہ ناول تمثیل کی ترقی یافتہ فارم ہے۔ اس طرح انہوں نے یہ طے کر دیا کہ تمثیل Allegory ناول سے قبل کی ایک علاحدہ صنف ادب ہے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی نے دورے دلائل بھی دیے ہیں ادھر نقاد و محقق مرزا حامد بیگ نے اپنے مضمون بعنوان ''تمثیل یا ناول'' (مطبوعہ ''ماہ نو'' ستمبر 1989ء) میں ڈاکٹر محمد علی صدیقی کے ایک مضمون ''اردو کا پہلا ناول'' (مطبوعہ قومی زبان کراچی۔ 1989) کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر احسن فاروقی ہی کی طرح تمثیلوں ''مراۃ العروس'' اور ان کے دیگر ناول ''خط تقدیر''، ''پلگرمس پروگریس'' اور لائف اینڈ ڈیتھ آف مسٹر بیڈمین (Life and Death of Mr Badman

Scanned by CamScanner

پامیلا (رچرڈسن Richardson) وغیرہ کو ناول ماننے سے انکاری ہیں انہوں نے یہ دلائل دیے ہیں:

''ہمارے یہاں ناول کی پیشقدمی کے ابتدائی عہد میں داستان ناول اور تمثیل کا فرق مٹا ہوا تھا، شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو ہمارے یہاں ابتدا میں ناقدین ادبیات عالم سے متعلق واجبی شدید رکھتے تھے۔ خود مغرب میں تنقیدی اصطلاحوں کی شکایت ٹی ایس ایلیٹ نے بھی کی''۔ (صفحہ ۱۱)

''ہمارے یہاں بھی کم وبیش یہ ہی ہوا۔ نذیر احمد دہلوی کے تمثیلی قصوں کو ناول شمار کیا گیا بلکہ آج تک ایسا خیال کیا جاتا ہے خیر ہمارے یہاں تو یہ ''حکایات سعدی''، حکایات لقمان'' اور لوک ادب سے متعلق تمثیل نگاری کا کیا دھرا ہے یا پھر داستانوں کے نیک وبد، عاشق وہوس پرست سرداروں کے تقابلی مطالعے کا لازمہ''۔ (صفحہ ۱۱)

مرزا حامد بیگ کی یہ رائے کہ ابتدائی عہد میں داستان، ناول اور تمثیل کا فرق مٹا ہوا تھا، نہ صرف اہم ہے بلکہ اس پر از سرنو بحث کی ضرورت ہے تاکہ مغالطے اور غلط فہمیاں بحوالہ اصطلاحات دور ہوں، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ جاری وسارر ہے گا اور بعد میں یہ طے ہوگا کہ تمثیل، ناول ہے ہی نہیں تب جا کر یہ اصطلاحی طوفان تھمے گا یا پھر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آنے والے ادوار میں تمثیل اور علامت کے سنگت سے ایسے ناول وجود میں آئیں کہ تمثیل کو ناول ہی قرار دیا جا سکے..... خدا معلوم؟ آخر نثری نظم بھی تو اپنا وجود تقریباً تقریباً منوا چکی ہے۔

چلتے چلتے اسی بحث کے ضمن میں ڈاکٹر شمیم حنفی کے اس مضمون کو بھی دیکھ لیا جائے جو قومی زبان میں برصغیر کا پہلا ناول کے عنوان سے چھپا (مطبوعہ جون 1992) اور اس

Scanned by CamScanner

میں انہوں نے برصغیر میں پہلے ناول ''کرن گھیلو'' کا جو کہ مراٹھی زبان کا ناول تھا، حوالہ دیا ہے۔ یہ 1866ء میں شائع ہوا تھا جبکہ فارسی میں سید حسن شاہ کا ناول ''قصہ حسن و عشق'' 1790ء میں شائع ہو چکا تھا تو پھر برصغیر کا فارسی زبان کا ناول پہلا ناول کیوں نہ کہلائے اور اگر کتب خانوں کے پرانے ذخیروں سے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں جن میں پاکستان کی سندھی، پنجابی، پشتو، ہندکو، بلوچی وغیرہ شامل ہیں ایسے ناول جن میں تمثیل کے بجائے سیدھے سیدھے بیانیہ والے ناول جیسے ''نشتر'' (سید حسن شاہ، مترجم منشی سجاد حسین کسمنڈوس 1892ء) اور چند اور ناول برآمد ہو گئے تو ''کرن گھیلو'' اور ''دنالنا اور قشرینہ'' وغیرہ اولیت کی فہرست سے خارج ہو جائیں گے۔ شمیم حنفی صاحب کا نکتہ یہ ہے کہ ہمارے برصغیر کے ناول کے لیے کتھا سرت ساگر، پنچ تنتر، حکایات، رومانی قصوں اور داستانوں جیسے مشرقی سرچشموں کو اس کی ابتدا کی بنیاد بنایا جائے۔ انہوں نے مغرب کی طرف دیکھنے کو تہذیبی بداعتمادی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس طرح کی بے اعتمادی اور اپنے آپ کو سمجھنے کے لیے بغیر سوچے سمجھے مغرب کی طرف لپکنے کی عادت نے ہمیں خاصا خراب کیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حالی، شبلی، آزاد کے ادبی تصورات کی مشرقی اساس کے ساتھ ساتھ اپنے ناول، افسانے اور انشائیے کی عربی، ایرانی اور ہندوستانی بنیادوں کو نئے سرے سے سمجھنے کی کوشش کریں''۔ (صفحہ 25)

اردو ناول کے ماخذات کے سلسلے میں یہ بھی ایک وزنی رائے ہے جس پر سوچنے اور لکھنے کی ضرورت ہے۔ بحثیں، اختلافات اور مغالطوں کے اخراج کے لیے از حد ضروری ہیں۔ ہر صورت اس بحث کا ایک رخ یہ ہے کہ دوسری زبان کے تراجم ناولوں کو اردو ناول کا پیش خیمہ تصور کیا جاتا ہے اور اس سے اختلاف کیا بھی نہیں جا سکتا اس لیے کہ اردو افسانے کے لیے بھی یہ ہی کہا جاتا ہے کہ مغرب کے افسانوں بالخصوص مشرقی یورپ سے چیخوف وغیرہ

Scanned by CamScanner

کے افسانوں کے اردو ترجموں نے برصغیر کے اردو افسانہ نگاروں مثلاً منٹو، بیدی، کرشن چندر اور عصمت چغتائی کو خاصا متاثر کیا تھا لیکن اس امر کا سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اردو میں اوریجنل طور پر لکھے گئے ناول کا معاملہ اردو افسانے سے مختلف ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد، مولوی کریم الدین یا رتن ناتھ سرشار (فسانۂ آزاد) وغیرہ پر داستانوں اور برصغیر کے قصوں کا زبردست اثر ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے اذہان میں اردو کے حساب سے سوچ کر لکھ رہے تھے یعنی ان کو خواب بھی اردو میں آتے ہوں گے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان کی تخلیقی سوچ کے سرچشمے برصغیر کی داستانیں اور قصے ہی تھے یہ علاحدہ بات ہے کہ کسی کی سوئی تمثیل پر اٹک گئی اور کوئی سیدھے سیدھے بیانیہ سے فائدہ اٹھا گیا کہ جس کے مثبت اثرات سرشار، شرر، راشد الخیری، مرزا محمد ہادی، مرزا رسوا پر پڑے اور پھر جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ رسوا بالخصوص پریم چند نے ناول کی فنی بلوغت کا کردار انجام دیا ہے۔

اب جہاں تک اوریجنل اردو ناول اور تراجم ناول کا سوال ہے تو یہ حقیقت ذہن میں آتی ہے کہ ناول کی دو لہریں waves اٹھارویں صدی سے چلیں یعنی غیر اردو زبان میں لکھے گئے ناول کہ جن کا ترجمہ ہوا جیسے ''نشتر'' اور ''دنالن اور قشرینہ'' اور دوسری لہر یعنی اردو میں تحریر کیے گئے ناول اوریجنل ناول خواہ ان کی ابتدا ''خط تقدیر'' یا ''مراۃ العروس'' سے ہوئی ہو۔ یوں معاملہ یہ بنتا ہے کہ تراجم ناول کے مقابلے میں اردو میں تحریر کیے گئے اوریجنل ناول متوازی ناول Parallel Novel تھے اور ہیں۔ اتفاق سے یہ متواضعیت آج بھی رواں دواں ہے۔ انتظار حسین، حسن عسکری اور دوسرے کئی اہم ادباء نے مغرب کے ناولوں کے ترجمے کیے تھے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ کرائم اینڈ پنشمنٹ اور وار اینڈ پیس حتی کہ نوبل انعام یافتہ کولمبیا کے ناول نگار گیبریل گارسیا مارکیز کے ناول ''تنہائی کے سو سال'' تک کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ اب زیادہ زور و شور سے جاری ہے۔ ہمارے جدید ناول نگاروں مثلاً انیس ناگی، انور سجاد پر مغرب کے ناول کے اسلوبیاتی و تکنیکی بلکہ فکری اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ لہذا لین دین کا سلسلہ

Scanned by CamScanner

شروع سے اب تک جاری ہے اور اپنی جڑوں کے حوالے سے بھی ناول کی تخلیق جاری و
ساری ہے لیکن ضروری ہے کہ اختلافی سوالات اور مغالطوں کا بھی سد باب کیا جائے۔

Scanned by CamScanner